ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر محمد افضال بٹ
انچارج فیکلٹی لینگویجز اینڈ ہیومینٹیز ،صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ ۔

علمِ نفسیات اور اردو ادب: باہمی ربط کا جامع تحقیقی مطالعہ

Dr. Muhammad Afzal Butt *
In Charge faculty of Languages & Humanities, Chairperson Department of Urdu, Government College Women University Sialkot
***Corresponding Author:** m.afzal@gcwus.edu.pk

Psychology and Urdu Literature: A Comprehensive Analytical Study

This article investigates Urdu literature as a rich medium for understanding the complexities of the human psyche. Rather than treating literature as a purely aesthetic practice, the study approaches Urdu literary texts as reflective spaces where inner conflicts, subconscious impulses, emotional tensions, and psychological development are artistically articulated. Drawing upon key psychological concepts, particularly those related to consciousness, the subconscious, and personality formation, the article examines how Urdu fiction, poetry, and criticism engage with mental and emotional realities. The study argues that Urdu literature not only mirrors psychological states but also deepens the understanding of human experience by transforming inner life into meaningful artistic expression. In this way, literature emerges as a valuable intellectual partner of psychology in exploring the human mind.

Key Words: *Human Psyche, Urdu Literature, Subconscious, Psychological Expression, Literary Analysis.*

اردو ادب پر ہونے والی بیشتر تنقیدی کاوشیں سماجی، تاریخی یا لسانی زاویوں تک محدود رہی ہیں، جب کہ انسانی ذہن اور نفسیاتی محرکات کو بطور مستقل تحقیقی مسئلہ نسبتاً کم توجہ دی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اردو ادبی متون کس حد تک انسانی نفسیات کی نمائندگی کرتے ہیں اور نفسیاتی نظریات ان متون کی تفہیم میں کس طرح مدد فراہم کر سکتے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہیں۔ اس تحقیق کا بنیادی مسئلہ یہی ہے کہ اردو ادب اور علمِ نفسیات کے باہمی ربط کو ایک منظم علمی فریم ورک میں پر کھا جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ نفسیاتی شعور اردو ادب کی معنوی گہرائی میں کس طرح اضافہ کرتا ہے۔

ادب اور انسان لازم و ملزوم ہیں۔ انسان کے بغیر ادب کا تصور ممکن نہیں اور انسان کی داخلی دنیا کو سمجھے بغیر ادب کی تفہیم ادھوری رہتی ہے۔ علمِ نفسیات دراصل انسانی ذہن، رویّوں اور احساسات کے مطالعے کا نام ہے، جب کہ ادب انہی احساسات کو جمالیاتی پیرائے میں پیش کرتا ہے۔ یہی مشترک بنیاد ادب اور نفسیات کے باہمی ربط کو ناگزیر بنادیتی ہے۔ اردو ادب کی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہر بڑے ادبی دور میں انسانی نفسیات کسی نہ کسی صورت تخلیقی اظہار کا مرکز رہی ہے۔

نفسیات بطور باقاعدہ علم بیسویں صدی میں منظم صورت میں سامنے آئی، تاہم انسانی ذہن کے مطالعے کی روایت ادب میں اس سے بہت پہلے موجود تھی۔ سگمنڈ فرائڈ کے نظریۂ لاشعور، کارل یونگ کے اجتماعی لاشعور اور الفریڈ ایڈلر کے انفرادی نفسیات کے تصورات نے ادب کو نئے زاویے عطا کیے۔ ان نظریات کے ذریعے تخلیق کار اور نقاد دونوں کو یہ سہولت ملی کہ وہ کرداروں کے اعمال کو محض خارجی واقعات کے بجائے داخلی محرکات کی روشنی میں سمجھ سکیں۔

ربِ تعالیٰ نے اس کائنات کو بسانے کے لیے بہت سی مخلوقات کو تخلیق کیا۔ اس نے اپنی ساری مخلوق میں سے انسان کو افضل اور اشرف ہونے کا درجہ دیا اورانسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا یہ درجہ اس کے علم و دانش اور اس کے عقل و شعور کی بناء پر حاصل ہوا۔ تخلیق کائنات سے علم و آگہی کے ناتمام سفر کا اہم ترین موضوع انسان خود بنا۔ انسان کا خود اپنے متعلق سوچ و بچار کرنا، اپنے نفس اور اس سے جڑے پہلوؤں کا مشاہدہ کرنا علم نفسیات کہلایا۔ نفسیات انسان کے داخلی و خارجی افعال، انسانی جبلت اور ذہنی کیفیات کے مشاہدے کا نام ہے۔ اردو لغت میں نفسیات کے معنی یوں درج ہیں: "نفسیات (س) (اردو، مذکر)، علم النفس، وہ علم جس کا تعلق ذہن سے ہے۔"[1]

نفسیات ایک جامع اصطلاح ہے جو فرد کے شعور پر بحث کرتے ہوئے اسے ترقی کی جانب دھکیل رہی ہے۔ یہ علم کی وہ شاخ ہے جس میں نفس انسانی اور ذہن سے متعلق پیچیدگیوں کا بغور مطالعہ کیا جاتا ہے۔ لفظ سائیکالوجی "Psychology" جو کہ دو یونانی الفاظ "Psyche" اور "slogo" کا مرکب ہے اس کے معنی "روح یا ذہن کا مطالعہ" کے ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ لفظ نفسیات (نفس کا مطالعہ) سے کیا گیا یعنی شجرۂ علم کی ایسی شاخ جس میں انسانی رویوں اور اس کی عقلی زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27
ماخذ تحقیقی مجلہ

کسی بھی علم کو پرکھنے، اسے سمجھنے کے لیے اسے تاریخ کے آئینے میں دیکھا جاتا ہے۔ نفسیات دماغی شعور کا وہ علم ہے جس کی پرتیں انسانی زندگی کے ساتھ ہمیشہ مربوط رہتی ہیں۔ علم نفسیات جو کہ انسان کی عقل، شعور اور اس کے ذہن و فکر کا مشاہدہ کرتا ہے اس پر تاریخی نگاہ ڈالی جائے تو اس علم کا آغاز اسی روز ہو گیا تھا جب انسان نے سوچنا شروع کیا۔ یعنی انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اس علم کا آغاز بھی ہو گیا۔ سائنسی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو علم نفسیات اگرچہ جدید سائنس ہے جس کی ترقی کا انحصار قریباً ۱۵۰ یا اس سے زائد عرصہ پر محیط ہے لیکن اس کے ارتقاء کا سراغ ۵۰۰ سال قبل مسیح سے ملتا ہے۔ ابتداء میں اسے روحوں کا علم سمجھا گیا۔ یعنی انسانی جسم، شخصیت اور کردار جس روح کے تابع ہیں اس کے مطالعہ کا نام علم نفسیات کہلایا۔

جسم اور دماغ روح پر منحصر ہوتے ہیں اگر جسم میں روح نہ ہو گی تو زندگی کا وجود ہی ممکن نہیں اور دماغ روح کے بغیر دوسرے جسمانی اعضاء کی طرح بوسیدہ گوشت اور ہڈی ہے۔ اس طرح سے انسانی جسم اور روح کے تعلق میں اہم رکن دماغ ہے جو روح کے ساتھ مل کر اس گوشت پوشت کے انسان کو فعال بناتا ہے اسے سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیت عطا کرتا ہے۔ اس طرح روح (نفس) انسانی جسم کو کنٹرول کرتی ہے۔ فیروز اللغات میں مولوی فیروز الدین کے مطابق:

"نفسیات: (نف۔ سی۔ یات)، (ع۔ ا۔ جز) ذات سے متعلق باتیں
علم النفس، انسان کے نفسی عوامل اور لاشعور کی تحقیق کا علم
(Psychology)"[۲]

ترقی کی منازل کے ساتھ اس علم میں عقل و شعور کے ساتھ مشاہدہ پر زور دیا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ جدت اختیار کرتا گیا اور اسے انسانی ذہن اور شعور کا علم کہا گیا جس میں جانداروں کے شعور پر تحقیق کی روشنی میں ان کے رویوں کا مطالعہ کیا جانے لگا۔ مگر روح کی طرح ذہن اور شعور کی بھی ماہیت کے بارے میں مکمل ثبوت نہیں پیش کیے جا سکتے۔ اس لیے اس کی کوئی جامع تعریف نہیں پیش کی جا سکی۔ سر ولیم جیمز نے ۱۸۹۰ میں لکھا:

"Psychology is the Science of Mental life, both of its phenomena and of their conditions. The phenomena are such things, as we call feelings, desires, cognitions, reasoning decisions and the like."[۳]

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

علم نفسیات میں ترقی کے ساتھ ساتھ اس کے مفہوم میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی رہی ہیں۔ایک طویل عرصہ تک نفسیات کو فقط علم فلسفہ کی ایک شاخ بھی سمجھا جاتا رہا۔ جس میں انسانی برتاؤ، یاداشت اور سوچ و افکار جیسے موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا۔یونان کے بڑے بڑے فلسفیوں میں سقراط، افلاطون، ارسطو نے اس کو متاثر کیا۔ یہ سلسلہ انیسویں صدی تک جاری رہا۔ جب سائنسی پیشواؤں نے اسے بطور علم روح، ذہن اور انسانی شعور مسترد کر دیا تو اسے علم کردار اور ذہنی اعمال قرار دیا گیا۔ پھر اسے نفس انسانی، کردار، ذہن اور اس کے رویوں سے متعلق ایک الگ علم قرادیا گیا اور ایک الگ پہچان دی گئی جسے علم نفسیات کہا جاتا ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے ابتدائی نفسیات میں دماغی عمل کے دو نظریات سامنے آتے ہیں جو کہ ذیل ہیں:

اسٹرکچرازم

اسٹرکچرازم کا نظریہ ولیم ونڈ (۱۸۳۲-۱۹۲۰) کے پیش کردہ نقطۂ نظر سے ابھرا۔ جس نے بنیادی اجزاء کے تعین میں ذہنی عمل کو ترک کرنے کی کوشش کی۔اس اصطلاح کا باقاعدہ آغاز ایک امریکی ماہر نفسیات ایڈورڈبریڈفورڈ ٹیچنسر سے ہوا جسے وانڈ نے تربیت دی تھی۔اس کے مطابق ذہن کا کام ابتدائی شعوری نوعیت کا ہے۔ایڈورد کے الفاظ میں:

> "In Tichener's view, psychology fundamental task was to discover the nature of the elementary conscious experiences"(۴)

اسٹرکچرازم کا انحصار تربیت یافتہ انتشار پر ہے۔ اس طریقہ تحقیق میں مضامین سے متعلق اس بات کا تجزیہ کیا جاتا ہے کہ ایک عمل کو سرانجام دیتے وقت اس کے ذہن میں کیا چل رہا ہے۔ اس طریقہ تحقیق کو انٹرو سپیکشن کہا جاتا ہے۔ انٹرو سپیکشن ایک ناقابل اعتبار طریقہ ثابت ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جن تحقیقی مضامین کے تجربات کیے گئے اور جو نتائج اخذ ہوئے ان میں بہت زیادہ انفرادی تغیر تھا۔انٹرو سپیکشن کی ناکامی کے باوجود ونڈ کو نفسیات میں اہم مقام حاصل ہے۔ کیونکہ اس نے ۱۸۷۹ میں نفسیات کے لیے وقف پہلی تجربہ گاہ (لیبارٹری) قائم کی جو کہ جدید نفسیاتی تجربات کے لیے پہلی سیڑھی گردانی جاتی ہے۔ جبکہ وانڈ کو اس لیے بھی اہمیت حاصل ہے کہ اس نے پہلی مرتبہ ذہنی عمل کا تجزیہ پہلے سے زیادہ منظم انداز میں کر کے اس کو فلسفہ سے الگ کر دیا۔ جس کے ساتھ ذہن کی معروضی پیائش اور اس کے کنٹرول پر زور دیا گیا۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27

ولیم جیمز (۱۸۴۲-۱۹۱۰) نامی امریکی ماہر نفسیات نے ایک ایسا نقطۂ نظر پیش کیا جسے فنکشنل ازم کہا جاتا ہے۔ یہ اسٹر کچر ازم کی توجہ سے متفق نہیں تھا۔ جیمز نے استدلال پیش کیا کہ ذہن مستقل طور پر تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ آگہی کے تجربے کے ڈھانچے کی تلاش کرنا بے معنی ہے۔ اس کے برعکس تجویز پیش کی گئی کہ توجہ اس بات پر دینی چاہیے کہ کوئی جاندار کوئی عمل کیوں سر انجام دیتا ہے یعنی دماغ کے افعال اور مقاصد کیا ہیں۔ جیمز نے تجویز پیش کی کہ ماہر نفسیات کو رویے کی بنیادی وجہ اور اس میں ملوث ذہنی عمل کو تلاش کرنا چاہیے۔

اس کے بعد اسٹر یکچر ازم اور فنکشنل ازم کو مختلف سمتوں میں تبدیل کر دیا گیا اور یہ تمام نظریات ایسے لوگوں کے مفروضے کی بنیاد پر ہیں کہ "لوگ" کس طرح ہیں؟، کیا ان کا مطالعہ ضروری ہے اور مطالعہ کس طرح کیا جائے؟ انسان نے جب اپنے ماحول کا مشاہدہ کیا اس میں پائے جانے والے مسائل نفسیاتی مسائل کہلائے۔ یعنی وہ تمام مسائل جو ایک معاشرے میں رہنے والے فرد پر اثر انداز ہوتے ہیں وہ علم نفسیات کے بنیادی سوالات تھے۔

جدید تحقیق کے پیش نظر علم نفسیات دماغ اور طرزِ عمل کے سائنسی مطالعہ کا نام ہے جس میں یاداشت، خود مختاری بمقابلہ عزم، فطرت بمقابلہ پرورش اور کشش کے زیر مطالعہ کثیر موضوعات پر گفتگو کی جاتی ہے۔ علم نفسیات کثیر الجہتی نظم وضبط ہے جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن میں کھیل، صحت، معاشرتی عمل، انسانی ترقی اور طب بھی شامل ہیں۔ رخشندہ شہناز نبی تحریر کرتی ہیں:

> "اٹھارویں صدی میں دیگر علوم کی ترقی کا اثر نفسیات اور اس کے طریقہ کار پر بھی پڑا اور نفسیات میں بھی معروضی مطالعے کی اہمیت محسوس کی جانے لگی۔ اس وقت ذہن کی توجیہہ کرنے کے لیے ذہنی اعمال کا تصور متعارف کرایا گیا۔ اس دور میں پہلی بار اس بات کی وضاحت کی گئی کہ ذہن بذات خود کوئی الگ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ ذہنی اعمال ہی ہمیں ذہن کا پتہ دیتے ہیں۔"(۵)

اگر علم نفسیات کی اسلامی نقطہ نگاہ سے تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اس علم کا ارتقاء عہدِ رسالت میں ہی گیا تھا۔ ڈاکٹر زاہد عامر منیر لکھتے ہیں:

> "مسلم تاریخ بھی مطالعہ نفسیات کی اہمیت کے شعور سے خالی نہیں ہے بلکہ مسلم تاریخ میں مطالعہ نفسیات کی روایت کا آغاز خود عہدِ رسالت مآب ﷺ سے ہوتا ہے۔ چناچہ کتب احادیث میں ابنِ صیاد نامی ایک یہودی نوجوان کا واقعہ مذکور ہے جس کی از خود رفتگی یا

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27

وجدانی کیفیات کے مطالعے کے جانب خود حضور ﷺ نے توجہ مبذول فرمائی۔ یہ لوگ جو بیسوی صدی کے ماہر نفسیات(Kant Rozenf) کے سوالنامہ مطالعہ شخصیت کو، نفسی مطالعہ میں بہت جدید تصور کرتے ہیں، وہ اگر ابنِ صیاد کے مطالعہ شخصیت کے لیے، اس سے نبی کریم ﷺ کے نفسی سوالات کا مطالعہ کریں، تو بار گاہِ رسالت ﷺ میں نفسی مطالعے کے شعور کی نوعیت ان پر واضح ہو۔ صرف یہی نہیں، آپ ﷺ نے مختلف حالتوں میں اس کا معائنہ کیا۔"(۶)

دین اسلام جو کہ بین الآفاقی مذہب اور دین فطرت ہے اس میں بھی نفسیاتی مسائل اور اس کے رجحانات پر خاصی توجہ دی گئی ہے۔ مسلم ماہرینِ نفسیات نے نفسیاتی مسائل کی بنیادی وجہ روح، روحانی اور مذہبی اقدار سے دوری قرار دیا ہے۔ جب ایک انسان اپنے نفس کی خواہشات سے قریب ہوتا ہے پھر وہ اس کی تکمیل کے لیے ہر دم کوشاں رہتا ہے۔ ناکامی کی صورت میں نفسیاتی الجھنیں جنم لیتی ہیں جو کہ بہت سے نفسیاتی مسائل کا باعث بنتی ہیں۔

ان سب نظریات میں علم الانسان کی اہمیت اپنی جگہ مگر ان سب میں طاقتور اور دورس وہ محرکات ٹھہرے ہیں جو انسانی جذبات اور ہیجانات کی شکل میں انسان کے ذہن میں شعوری و لاشعوری سطح پر افعال سرانجام دے رہے ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے ڈی کارٹ کے "اضطراری فعل" کے نظریے نے نفسیات کو بنیاد فراہم کی جو کہ آج بھی تجرباتی نفسیات میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ انیسویں صدی میں کولرج کا "نظریۂ متخیلہ" بھی اسی سلسلے کی اہم کڑی تھی جس کو بعد میں فرائیڈ، ژونگ اور ایڈلر نے مضبوط عمارت کی صورت عطا کی۔ علم نفسیات میں یوں تو بہت سے نظریات پھلے پھولے ہیں مگر تین بڑے نفسیات دان جن کو نمایاں حیثیت حاصل رہی درج ذیل ہیں۔

سگمنڈ فرائیڈ نے انسانی کے لاشعوری محرکات پر بحث کی ہے۔ اس کے نزدیک انسانی نفسیات کے تین اہم محرکات ہیں۔

۱۔ لاذات (ID)

۲۔ انا (EGO)

۳۔ فوق الانا (SUPER EGO)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27

اس کے نزدیک تمام جبلی خواہشات کا سر چشمہ لا ذات ہوتی ہے جس میں پیدا ہونے والی خواہشات فوری تسکین چاہتی ہیں۔ اگر وہ خواہشات فوری پوری نہ ہو تو یہ لاشعور کا حصہ بن جاتے ہیں۔ جو اس احساس کا محرک ہے کہ انسان کی ذات سے باہر بھی اک خارجی دنیا موجود ہے جو خواہشات کو کبھی فوری اور کبھی دیر سے پورا کرتی ہے۔ لہٰذا یہ احساس جسے ہم واہمہ کا نام بھی دے سکتے ہیں داخلی و خارجی جذبات میں تمیز کرنا ہی "انا" کی بنیاد کہلاتا ہے۔ انا انسانی ذہن کا وہ گوشہ ہے جس کی بنا پر ایک انسان معقول کہلاتا ہے۔ مختصراً یہ کہ انا ہمیں خارجی حقائق سے آشنا کرانے کا وسیلہ ہے۔ اسی کے سبب ہم حالات اور ماحول سے خواہشات کی مطابقت پیدا کرتے ہیں۔ فوق الانا انسانی ذہن کا وہ جز ہے جو اس کی خواہشات کو دباتا ہے۔ اس کے ذریعے ہم اپنے اور دوسروں کے اعمال پر حکم لگاتے ہیں۔ فرائیڈ کے نزدیک:

> "فوق الانا کے دباؤ سے ذہنی امراض جنم لیتے ہیں۔ یوں انسانی ذہن میں تین مخالف قوتیں رزم پیرا ہوتی ہیں۔ لا ذات کی جنگ انا سے ہوتی ہے اور انا، فوق الانا سے متصادم ہوتا ہے۔"[۷]

فرائیڈ کے مطابق عہد طفولیت میں ہی انسان کی بہت سے عصبی و ذہنی امراض کی بنیاد ڈال دی جاتی ہے۔ ایک بچے کے ابتدائی پانچ برس انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اور اگر اسی دوران بچے کی صلاحیتوں کو کچل دیا جائے تو بچہ کی شخصیت بری طرح سے متاثر ہوتی ہے اور وہ مختلف قسم کے مسائل (کمپلیکسز) کا شکار ہو جاتا ہے۔ فرائیڈ نے تحلیل نفسی کے نظریے کی روشنی میں مذہب، تمدن، انسانی اخلاق، آرٹ عشق و محبت جیسے جذبات پر بھی اظہار خیال پیش کیا ہے۔ فرائیڈ کا نظریہ تحلیلِ نفسی سب سے زیادہ مقبول ہوا جس کا اعتراف کرتے ہوئے ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

> "فرائیڈ کی تعلیمات کی بنیادوں پر استوار کئی نئے دبستانِ فکر پنپ رہے ہیں گو سبھی پوری طرح سے فرائیڈ کے مقلد قرار نہیں دیئے جاسکتے لیکن پھر بھی جہاں تک تحلیلِ نفس اور اس کے طریقِ کار کا تعلق ہے تو بعض امور میں اختلافات سے قطع نظر فرائیڈ کو سبھی اپنا رہنما اور ہادی تصور کرتے ہیں"[۸]

فرائیڈ کے نزدیک مذہب فریب النفس ہے اور جب انسان جذباتی و نفسیاتی لحاظ سے بالغ ہوتا ہے تو اسے اپنے خدا کی ضرورت ہر گز محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ وہ خواب اور اس کی تعبیر پر بات کرتے ہوئے ان کو

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27
ماخذ تحقیقی مجلہ

لاشعور کی وادی میں کھنگالتے ہوئے شعور اور جنس پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلے کی اہم کڑی ان کی کتاب "Interpretation of Dreams" ہے۔ فرائیڈ نے جنسیات کے پروان چڑھنے کے تین اہم پہلو پیش کیے جن کا تعلق براہ راست انسانی ذات کے ساتھ ساتھ والدین کی توجہ پر بھی منحصر ہوتے ہیں۔

فرائیڈ کے بعد نفسیات کے دبستان کا دوسرا اہم نام ژونگ کا ہے۔ ژونگ فرائیڈ کے پیروکاروں میں سے تھا مگر جلد ہی اس کے نفسیاتی نظریات منفرد انداز میں ابھر کر سامنے آئے۔ ژونگ کا کہنا تھا کہ فرائیڈ نے اپنے نظریات میں انسانی نفسیات میں جس پہلو کو اہمیت دی ہے وہ جنسی پہلو ہے جبکہ انسان کی نفسیات میں جنس کے علاوہ بھی بے شمار محرکات ہیں جو کار فرماہیں۔ قاسم محمود اپنی کتاب جنس کا نفسیاتی پہلو میں لکھتے ہیں:

> "جب کوئی ماہر نفسیات اپنا موضوع اس قسم کے عام اصولوں کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ 'ابتدائی شعور احساس کی آگاہی کا نام ہے۔' تو ہم اسے فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ کیونکہ اُس کا بیان ماہر حیاتیات کی تحقیق کے عین مطابق ہے۔ لیکن جب ماہر نفسیات یہ نظریہ پیش کرتا ہے کہ جنسی قوت زندگی کی بنیادی قوت ہے تو ہمیں اس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ زندگی کا آغاز ارتقائی منظر پر جنسی نسل خیزی کے نمودار ہونے سے کہیں پہلے ہو چکا تھا"(۹)

ژونگ کے نظریات میں اجتماعی لا شعور کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے مطابق بچے کو موروثی خصوصیات میں محض جسمانی نہیں بلکہ نفسیاتی خصوصیات بھی ورثہ میں ملتی ہیں۔ یعنی تمام انسان ایک ہی اجتماعی لاشعور کے حامل ہیں۔ ژونگ نے انسان کے ذاتی لاشعور کو اجتماعی لاشعور کا حصہ قرار دیاہے اور پھر اس کی وضاحت وہ اساسی نقوش سے پیش کرتے ہیں۔ بقول ژونگ:

> "جس طرح جبلت انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنی زندگی انسانوں کی مانند بسر کرے اسی طرح اساسی نقش وجدان اور ادراک کی یوں تشکیل کرتے ہیں کہ وہ خالص انسانی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔"(۱۰)

ژونگ نے اساسی نقوش کے بعد اشارہ اور علامت کے فرق کو بھی واضح کیا ہے۔ اس کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ انسان کے لاشعور میں پوشیدہ محرکات تک رسائی کے لیے تلازمہ کا امتحان وضع کیا۔ جس میں سو الفاظ کی ایک فہرست تیار کی گئی جس کے تحت مریض کی نفسیاتی الجھنوں کا جائزہ لینے کی غرض سے ان الفاظ کو باری

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27

باری دہرایا جاتا اور اس پر مریض کے ردِ عمل کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اس تمام عمل کا انحصار مریض کے الجھاؤ پر ہے کہ جب وہ واقعات سے متعلقہ الفاظ کو سن کر الجھاؤ کا شکار ہو گا اسی صورت میں مریض کے مسائل کا تعین ممکن ہو گا۔

ژونگ کا اہم نظریہ شخصیت سے متعلقہ ہے۔ اس کے شخصیت کی دو اقسام پیش کی ہیں ایک وہ جو دروں بیں ہوتی ہے جو اندرونی توانائی کی حامل ہوتی ہے۔ اس قسم کی شخصیت کے حامل افراد لوگوں میں جھجک محسوس کرتے ہیں اور بیرونی واقعات میں اس قدر دلچسپی ظاہر نہیں کرتے۔ دوسرا بیروں بیں ہے جو اپنی ذات کے علاوہ بیرونی اشیاء میں بھی دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔ ژونگ کے مطابق وہ شخصیت ذہنی اعتبار سے صحت مند ہے جس میں دونوں خصوصیات پائی جائیں جبکہ دنیا میں وہ شخصیت بہت کم پائی جاتی ہیں۔ ژونگ کی تحقیق یہ تھی کہ اس نے شخصیت کے مختلف تضادات کو دلائل کے ساتھ پیش کیا۔

ایڈلر کا شمار بھی فرائیڈ کے انہی شاگردوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اس پر تنقید کر کے تحلیلِ نفسی سے علیحدہ کر کے اپنے نظریات پیش کیے۔ فرائیڈ انسانی جبلت پہ، ژونگ فرد کے اجتماعی لاشعور پر بات کی ہے جبکہ ایڈلر فرد کے معاشرتی محرکات کو موضوع بناتا ہے۔ ایڈلر نے معنوی کمتری پر بات کرتے ہوئے جو نظریہ پیش کیا تھا وہ یہ کہ ایسے افراد جو جسمانی معذوری کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کے احساسِ کمتری کو کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے۔ شخصیت کے نکھار سے یا جسمانی لحاظ سے اس معذوری کو ممکنہ حد تک دور یا بہتر صورت دے کر۔ ایڈلر نے بنیادی طور پر جو نظریہ متعارف کروایہ اس میں احساسِ کمتری اور تعقیدِ کمتری میں واضح فرق کو بیان کیا۔ احساسِ کمتری میں مبتلا شخص اپنی ذات کے اس پہلو سے آشنا ہوتا ہے جبکہ تعقیدِ کمتری میں شخص اپنے اس احساس سے واقف نہیں ہوتا کیونکہ یہ اس کے لاشعور میں محفوظ ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک جو شخص اپنے اس جذبے پر مکمل قابو پالیتا ہے وہ عظیم شخصیت کا مالک ہے۔

ایڈلر کا کہنا ہے کہ جب والدین کے ہاں ایک سے زائد بچوں کی پیدائش ہوتی ہے تو معاشرتی رویہ ہے کہ تمام تر توجہ دوسرے بچے پر مبذول ہو جاتی ہے۔ پہلے بچے کی شخصیت میں احساسِ کمتری پیدا ہوتا ہے جس کا اظہار وہ مختلف قسم کے ردِ عمل سے دیتا ہے۔ اس کے برتاؤ میں تبدیلی اس کا واضح ثبوت ہو گا۔ دوسری طرف ایڈلر کا یہ بھی کہنا ہے کہ پہلا اور آخری بچہ زیادہ لاڈ پیار کی وجہ سے معاشرہ میں ذہنی و معاشرتی اعتبار سے اس قدر مضبوط نہیں ہوتا جتنا کہ درمیانہ بچہ ہوتا ہے۔ اس کی شخصیت میں مقابلہ کرنے کی قوت، خود اعتمادی کا جذبہ اور خود سے کچھ کر گزرنے کا جذبہ درجہ اتم زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس کا یہ بھی ماننا تھا کہ بچے میں عہدِ طفولیت سے ہی معاشرتی احساس / معاشرتی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27
ماخذ تحقیقی مجلہ

دلچسپی پائی جاتی ہے جو انسانی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بچے کی پیدائش سے اس کی جوانی تک ماں اس کی دیکھ بال کرتی۔ ماں کی گود ہی پہلی درسگاہ ہوتی مگر کچھ مقامات پر جو محبت و شفقت کے جذبات ہیں وہ شدت اختیار کر جاتے ہیں اور بچہ اپنی ماں تک محدود رہتا ہے۔ وہ معاشرتی سچائیوں کو اس طرح سے نہیں دیکھتا جس طرح کہ اس کو دیکھنا چاہئے ایک مضبوط نفسیات کے حصول کے لیے۔یعنی ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار بھی ذہنی نشو نما میں رکاوٹ کا سبب بن سکتے ہیں۔ ایڈلر کے نزدیک اس میں اعتدال لانا بہت ضروری ہے۔ بقول ایڈلر:

> "وہ خاتون جو زندگی کے روزگار میں مادرانہ پن کا حصہ ڈالتی ہے، تقسیم کار کے لحاظ سے اس کا حصہ کسی اور کے حصے سے کسی طرح کم شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ اپنے بچوں کی زندگیوں میں دلچسپی بھی رکھتی ہے اور ان کو اچھا انسان بننے کی تربیت بھی دے رہی ہے، اگر وہ ان دلچسپیوں میں وسعت پذیری کر رہی ہے اور انہیں دوسروں سے تعاون کے لیے تیار کر رہی ہے، تو اس کا کام اس قدر انمول ہے کہ اس کی اجرت بھی کسی صورت میں ادا نہیں کی جا سکتی۔"(۱۱)

فرائید نے اپنے نظریات میں انسانی جبلت کو اہم قرار دیا تھا جبکہ ایڈلر کے نزدیک جنسی جبلت نہیں، رعایتِ ذات اور خود شناسی کا عمل اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے علاوہ فرائیڈ کی نسبت ایڈلر کا خواب کے متعلق بھی نظریہ منفرد تھا۔ ایڈلر کے نزدیک خواب ہمارے لاشعور کی وہ پنہا حقیقیت ہوتے ہیں جو ہمیں شعوری حس کی جانب دھکیلتے ہیں۔ ایڈلر کے نزدیک:

> "خواب اندازِ زیست سے مطابقت رکھتے ہوئے فرد کو آنے والے خوشگوار و ناخوشگوار واقعات کی نہ صرف اطلاع ہی دیتے ہیں بلکہ اسے ان سے نپٹنے کے لیے تیار بھی کرتے ہیں۔ اس طرح وہ خوابوں کو مستقبل کا اشاریہ تسلیم کرتے ہوئے اس امر پر زور دیتا ہے کہ مناسب تشریح سے ان کے ذریعہ پیش آنے والے مسائل کا حل بھی دریافت کیا جا سکتا ہے۔"(۱۲)

فرائیڈ، ژونگ اور ایڈلر کا شمار نفسیات کے اہم معماروں میں اس لیے ہوتا ہے کہ انہوں نے نفسیات کو پہلی مرتبہ باقاعدہ نظریات اور تجربات کی روشنی میں مستند دلائل اور تحقیق کی روشنی میں فلسفہ سے الگ کر کے متعارف کروایا۔ انسانی جبلت، انسانی کردار، شعور، لاشعور، تحت الشعور، خواب، نفسِ انسانی اور جنسی جبلت، خواب

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27
ماخذ تحقیقی مجلہ

اور احساسِ کمتری جیسے نظریات پر سیر حاصل بحث کی اور تنقید و تحقیق سے مزید نظریات کو پروان چڑھایا۔ فرائیڈ نے جو شعور لاشعور اور تحت الشعور کا جو نظریہ پیش کیا تھا اس کو آج بھی نفسیات میں بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ فرائیڈ کے شاگردوں میں ژونگ اور ایڈلر نے چند سال اس کے ساتھ مل کر کام کیا مگر جلد ہی اپنے نظریات کو بھی قلم بند کیا۔ فرائیڈ نے ژونگ کے اس نظریہ کو بھی تسلیم کیا تھا کہ ہر الجھن کا مرکزی نقطہ ہوتا ہے اور یہی نقطہ لاشعور میں نفسیات کو متاثر کرتا ہے۔ ایڈلر نے نفسیات کے اس پہلو پر زیادہ توجہ دی کہ انسانی نفسیات معاشرے سے منسلک ہے۔ انفرادی شعور کی بجائے اس نے اجتماعی، معاشرتی شعور پر توجہ دی۔ اس کے نزدیک نفسیات کی نشو نما جسمانی نشو نما کے ساتھ ہی ہو رہی ہوتی ہے۔ جس طرح ایک ماں کی عدم توجہ کے باعث بچے کی جسمانی نشو نما متاثر ہوتی ہے بالکل اسی طرح سے بچے کو اگر مناسب ماحول اور نشو نما کے لیے بہتر معاشرہ میسر نہیں ہو تو اس کا ذہن بہت سی نفسیاتی الجھنوں اور اعصابی و ذہنی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے جسے ہم احساسِ کمتری کا نام بھی دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ نفسیات کی جدید شکل صرف انہی نفسیات دانوں کی مدد سے ہی تشکیل پائی ہے۔ ان کے نظریات آج اکیسویں صدی میں بھی اسی قدر اہمیت کے حامل ہیں جس قدر اس سے قبل کی صدیوں میں تھے۔ سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان کو پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور آج جدید نفسیات دان بھی اس مستفید ہو رہے ہیں۔

ادب اور نفسیات میں تعلق کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ ادب کیا ہے؟ نفسیات کیا ہے؟ کیا ان کا مطالعہ انسان کے لیے کارآمد ہے؟ یہ علوم انسان کو کس طرح مستفید کرتے ہیں؟ یوں تو ادب کو ہر زبان، ہر سماج اور ہر دور کے لوگوں میں پذیرائی حاصل ہے لیکن اس کی جامع تعریف کرنا مشکل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ادب سے متعلق مختلف ادوار میں مختلف نظریات قائم کیے گئے ہیں جو زمان و مکان کے اعتبار سے تبدیل ہوتے گئے۔ اردو ادب کا دامن بہت وسیع ہے۔ اس میں بھی مختلف نظریات سمائے ہوئے ہیں اور ہر ادیب نے اردو ادب کو اپنے نقطۂ نظر سے پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ اپنے نظریات کے اظہار کے لیے مختلف اصناف کو موضوع بنایا۔ ادب کی تعریف کے حوالے سے ڈاکٹر سلام سندیلوی لکھتے ہیں: "ادب ہم اس مواد کو کہہ سکتے ہیں جس کا تعلق عام، انسانی دلچسپی سے ہو لیکن اس میں ایک خاص ہیئت بھی موجود ہو جو کافی دلکش اور فرحت بخش ہو۔"[۱۳]

ادب اس فنِ لطیف کو کہتے ہیں جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس بات میں بھی دورائے نہیں ہے کہ علم النفس دراصل انسانی کردار و افعال کے مطالعہ کا نام ہے۔ جس طرح ادب اس وقت تک تخلیق نہیں ہو سکتا جب تک کہ انسان کے معاشرتی، معاشی، اور سیاسی حالات و واقعات اس پر اثر انداز نہ ہوں۔ اس

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27

کے قلب و ذہن پر اثر انداز ہونے والے عناصر ہی در اصل ادب کی تخلیق کے محرک ہیں۔ ادب ہماری زندگی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ چنانچہ ادب ہم اسی موضوع کو کہیں گے جس میں دونوں باتیں موجود ہوں۔ اس کے مواد میں عام دلچسپی کا مواد بھی ہو اور اس کا اندازِ بیان ذاتی، داخلی اور دل کش ہو۔

ادیب کے داخلی اور خارجی حالات کا اندازہ اس کے تخلیق کردہ ادب سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ علم نفسیات بھی انسانی شخصیت اور کردار کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نفسیات کی شاخیں بلا شبہ علم حیاتیات اور فلسفہ سے ہی مربوط ہیں۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہو گا کہ جب کسی ادیب کی ادبی تخلیقات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو اس کی نفسیات کو سمجھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اس سے بھی قبل ادیب کی ذہنی کیفیت و ساخت کا مطالعہ اہم ہے تبھی ہم اس تخلیقی عمل کی بنیادوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ جس میں اس بات کی بھی وضاحت ہو گی کہ ادب کی تخلیق کے لیے اس مخصوص شکل کا انتخاب کیونکر کیا گیا۔ فرائیڈ، ژونگ اور ایڈلر کے نظریات جہاں انسان کی نفسانی کیفیات اور ان کے محرکات کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں، وہیں ان نظریات کا مطالعہ و تجزیہ ہمیں ادب اور نفسیات کے باہمی تعلق کی وضاحت کرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔ چونکہ ادب کا موضوع بھی انسان ہی ہے اور علم نفسیات میں بھی انسان کے ذہنی اعمال کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ میر ولی الدین رقمطراز کرتے ہیں:

> "چونکہ نفسیات اعمالِ ذہن سے بحث کرتی ہے، اس لیے وہ اپنے عام تحقیقات کے بعد ان قواعد و قوانین کو معلوم کرنے کی کوشش کرتی ہے جو فکر کی رہبری کرتے ہیں۔ وہ صحیح طور پر فکر کرنے اور فکر ہی کے ذریعے صحیح نتائج کو حاصل کرنے کے طریقوں سے بحث کرتی ہے۔"(۱۴)

ادب ایک وسیع مضمون ہے جو براہِ راست یا بالواسطہ طور پر معاشرے کی عکاسی کرتا ہے۔ اردو ادب بھی دنیا کی دیگر بڑی زبانوں کی طرح دو بنیادی حصوں پر مشتمل ہے: نثر اور شاعری۔ نثر وہ سادہ اور واضح تحریر ہے جس میں ادیب اپنا مدعا صاف اور سیدھے انداز میں پیش کرتا ہے۔ نثر کی بھی مختلف اصناف ہیں جن میں افسانوی اور غیر افسانوی نثر شامل ہے۔ افسانوی نثر میں داستان، ناول، افسانہ اور ڈرامہ شامل ہیں جب کہ غیر افسانوی نثر میں مضمون، مقالہ، انشائیہ، خاکہ نگاری، آپ بیتی، سفر نامے، مکتوب اور تراجم شامل ہیں۔ ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

اردو افسانہ نفسیاتی اظہار کے حوالے سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ پریم چند سے لے کر جدید اور مابعد جدید افسانہ نگاروں تک، انسانی ذہن کی پیچیدگی افسانوی اظہار کا مرکزی حوالہ رہی ہے۔ قرۃ العین حیدر، انتظار حسین،

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27

رشید امجد اور دیگر افسانہ نگاروں نے کرداروں کے باطن میں جھانک کر ان کی تنہائی، خوف، احساسِ عدمِ تحفظ اور شناخت کے بحران کو نہایت فنی مہارت سے پیش کیا۔ یہ افسانے محض کہانیاں نہیں بلکہ انسانی ذہن کے مطالعے کی زندہ دستاویزات ہیں۔ اردو ناول میں بھی نفسیاتی تجزیے کی روایت وقت کے ساتھ مضبوط ہوتی گئی۔ ناول نگاروں نے کرداروں کی ذہنی تربیت، سماجی دباؤ اور نفسیاتی ردعمل کو مربوط انداز میں پیش کیا۔ خاص طور پر تقسیمِ ہند کے بعد کے ناولوں میں اجتماعی صدمے، یادداشت اور شناخت کے مسائل نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں، جو نفسیات اور ادب کے قریبی تعلق کی واضح مثال ہیں۔

اردو تنقید میں نفسیاتی زاویہ نظر نے متن کی تفہیم کو نئی وسعت دی۔ نفسیاتی تنقید کے ذریعے تخلیق کار کی شخصیت، اس کے عہد کے دباؤ اور متن کے داخلی نظام کو سمجھنے میں مدد ملی۔ اس زاویے نے ادب کو محض اخلاقی یا سماجی بیانیے تک محدود رکھنے کے بجائے انسانی ذہن کی گہرائیوں سے جوڑ دیا۔ اردو شاعری ہمیشہ انسانی باطن کی ترجمان رہی ہے۔ کلاسیکی شاعری میں عشق، ہجر اور وصال کے تجربات ہوں یا جدید شاعری میں وجودی کرب اور احساسِ تنہائی، ہر دور کی شاعری انسانی ذہن کی کسی نہ کسی کیفیت کی عکاس ہے۔ جدید شاعری میں لاشعوری اظہار، علامت اور تجرید نفسیاتی شعور کی توسیع شدہ صورتیں ہیں۔ نثر کی اہمیت اپنی جگہ ہے مگر شاعری کا لطف اس کے اختصار اور گہرائی میں ہے کیوں کہ شاعری کے ذریعے بڑے سے بڑے مدعا کم سے کم الفاظ میں بیان کیے جاسکتے ہیں۔

اردو ادب میں شاعری کی تعریف کے بارے میں مختلف آراء ملتی ہیں۔ شعر کے لغوی معنی "جاننا، بوجھنا" ہیں۔ مغربی مفکرین جیسے جانسن، میکالے اور ہنٹ نے شعر کو باوزن ادب، الفاظ کا فریب اور جذبات کے اظہار کے طور پر بیان کیا ہے۔ مشرقی مفکرین شبلی اور شمس الرحمان فاروقی کے مطابق شعر دلی جذبات کا موزوں اظہار ہے۔ مجنوں گورکھپوری کے نزدیک شاعری موزوں اور پر ترنم الفاظ میں دلی جذبات کا اظہار ہے۔ اس تناظر میں کہا جاسکتا ہے کہ شاعری انسانی کیفیات اور جذبات کا بنیادی اظہار ہے۔ مختلف نظریات کی روشنی میں احمد حسین مجاہد نے بھی شعر کی اہمیت اور اس کے نفسیاتی اور ادبی پہلوؤں پر تبصرہ کیا ہے۔

> "شاعری الہام ہے یا نہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ یہ ایک پر اسرار عمل ضرور ہے۔ انسان کے ذہن میں خیالات ہمہ وقت موجود ہوتے ہیں، شاعر تو خیالات، احساسات اور جذبات سے بھرا ہوا ایک پیکر ہوتا ہے، لفظ اپنے تمام تر معنی اور مختلف شیڈز کے ساتھ اس کی زنبیل میں موجود ہوتے ہیں۔"(۱۵)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27

مغربی نقاد ہومر کے نزدیک شاعری کا مقصد لطف تخلیق کرنا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کے بقول:

"ہومر کے نزدیک شاعری کا مقصد لطف ہے جو ایک قسم کے جادو سے پیدا ہوتا ہے۔ہومر شاعرانہ قوت کو الہامی قوت کہتا ہے۔اور اسے دیوتاؤں سے منسوب کرتا ہے۔"(۱۶)

انسانی جذبات کا اظہار شاعری کے ذریعے زیادہ احسن انداز میں کیا جاتا ہے کیونکہ شاعر مبہم الفاظ میں اپنے الفاظ کی تاثیر قاری تک پہنچا دیتا ہے اور اس سے وہ اپنے داخلی جذبات کا نہ صرف اظہار کرتا ہے بلکہ اپنا کتھارسس بھی کرتا ہے۔شاعری اب فقط عشق و محبت کے گیت نہیں آلاپتی بلکہ اب کے موضوعات میں ،ہیت میں ،معنویت میں اور تاثیر میں بہت حد تک مثبت تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔ان تبدیلیوں کے باوجود ایک بات مشترکہ ہی رہی جو کہ ادب کی تخلیق کا سبب ہے اور وہ داخلی اور خارجی حالات سے متاثر ہونے والا حساس و نازک طبع شاعر و ادیب ہے۔اس بات میں بھی دورائے نہیں کہ داخلی اور خارجی حالات و واقعات کا انسانی نفسیات پر گہرا اثر ہوتا ہے۔مختصر یہ کہ معاشرہ انسانی نفسیات پر جو اثرات چھوڑتا ہے وہی اس کی طرف واپس لوٹایا جاتا ہے۔بقول خالد سہیل:

"جب ہم انسانی دماغ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ انسانوں نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں تو بہت ترقی کی ہے لیکن آج کے انسانی بچے کا دماغ آج سے ہزار سال پیشتر کے انسانی بچے کے دماغ سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔یہ علیحدہ بات ہے کہ آج کا بچہ جس معاشرے میں پرورش پاتا ہے اس سے اس کے شعوری اور لاشعوری ضمیر کی تشکیل ہوتی ہے۔"(۱۷)

علم نفسیات دراصل انسانی فطرت، رجحانات، ذہن اور اس کے طرزِ عمل کے مطالعہ کا نام ہے۔انسانی فطرت جس معاشرہ میں تشکیل پاتی ہے اس کے نقوش بھی انسانی جبلت پر گہرے نظر آتے ہیں جو کہ ادب کی تخلیق کا مؤجب ہوتے ہیں۔

یہ مطالعہ اس نتیجے تک پہنچتا ہے کہ علمِ نفسیات اور اردو ادب کا رشتہ محض اتفاقی نہیں بلکہ فطری اور گہرا ہے۔نفسیات نے اردو ادب کو فکری وسعت عطا کی اور اردو ادب نے انسانی ذہن کے پیچیدہ پہلوؤں کو تخلیقی اظہار فراہم کیا۔عصرِ حاضر میں اس باہمی ربط کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے، کیونکہ جدید انسان نفسیاتی دباؤ اور داخلی کشمکش کا زیادہ شکار ہے۔ایسے میں اردو ادب اور نفسیات کا اشتراک انسانی شعور کو سمجھنے کا ایک مؤثر وسیلہ بن سکتا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہر دور کا ادب انسانی نفسیات کی مشاہداتی تخلیق ہوتی ہے مگر گذشتہ چند سالوں میں اس کی اہمیت میں اضافہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ادب اور نفسیات کا تعلق کس قدر مربوط ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد سے اب تک تخلیق کیے جانے والے ادب کا جائزہ لیا جائے تو اس میں مختلف نفسیاتی قدریں نمایاں ہوتی ہیں۔ جس پر گاہے بگاہے تحقیقی و تنقیدی نگاہ بھی ڈالی جاتی رہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مرزا مقبول بیگ بدخشانی، اردو لغت، مرکزی اردو بورڈ، ۸۹ کینال پارک گلبرگ لاہور، ۱۹۴۳، ص:۲۴۸۔

۲۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، اردو جامع، فیروز سنز لاہور، ۲۰۰۵، ص:۱۳۴۸۔

۳۔ Psycho analysis Hogarth press London 1952,pg# 232.

۴۔ A History of modern psycology 10th edition , pg# 88

۵۔ رخشندہ شہناز، کاروانِ نفسیات، مکتبہ کاروان لاہور، ۲۰۰۸، ص:۳۸۔

۶۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر، مسلم فکر میں مطالعہ نفسیات کی روایت، جہات، لاہور، کلیہ علومِ اسلامیہ و شرقیہ، جولائی ۲۰۰۰، ص:۱۵۶تا۱۶۰۔

۷۔ علی عباس جلالپوری، تحلیل نفسی پر ایک نظر، مضمون مشمولہ، نقوش، لاہور، مئی تا جون ۱۹۵۳، ص:۵۸۔

۸۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تین بڑے نفسیات دان، مکتبہ شاہکار، لاہور، ۱۵ جولائی، ۱۹۷۷، ص:۳۳۔

۹۔ قاسم محمود، سید، جنس کا نفسیاتی پہلو، کینتھ واکر - پیٹر فلیچر، مکتبہ جدید، لاہور، طبع اول، ۱۹۶۱، ص:۱۶۔

۱۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تین بڑے نفسیات دان، مکتبہ شاہکار، لاہور ۱۵ جولائی، ۱۹۷۷، ص:۴۲۔

۱۱۔ شہزاد احمد، الفریڈ ایڈلر، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۹، ص:۲۹۱۔

۱۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تین بڑے نفسیات دان، مکتبہ شاہکار، لاہور، ۱۵ جولائی، ۱۹۷۷، ص:۶۹۔

۱۳۔ سلام سندیلوی، ڈاکٹر، ادب کا تنقیدی مطالعہ، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ۱۹۸۹ص:۱۳۔

۱۴۔ فلسفہ کی پہلی کتاب، ڈاکٹر میر ولی الدین، شعبہ تالیف ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی، حیدر آباد دکن، ص:۲۰۔

۱۵۔ احمد حسین مجاہد، رموزِ شعر، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۱۷، ص:۲۳۔

۱۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ارسطو سے ایلیٹ تک، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۵، ص:۱۔

۱۷۔ خالد سہیل، مذہب، سائنس، نفسیات (تراجم)، موڈرن پبلیکیشنز ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۸، ص:۲۷۔